تقریر

تقریر بابت سیرت رسولؐ
وقت 5-7 منٹ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جنگی قیدیوں سے حسنِ سلوک

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚ ذٰلِكَ (محمد:5)

ترجمہ: پس جب تم ان لوگوں سے بِھڑ جاؤ جنھوں نے کفر کیا تو گردنوں پر وار کرنا یہاں تک کہ جب تم ان کا بکثرت خون بہالو تو مضبوطی سے بندھن کسو۔ پھر بعد ازاں احسان کے طور پر یا فدیہ لے کر آزاد کرنا یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے۔ ایسا ہی ہونا چاہیے۔

حسینانِ عالم ہوئے شرمگیں
جو دیکھا وہ حسن اور وہ نور جبیں
پھر اس پر وہ اخلاق اکمل تریں
کہ دشمن بھی کہنے لگے آفریں
زہے خلق کامل زہے حسن تام
عَلَيْكَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكَ السَّلَامُ

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جنگی قیدیوں سے حسنِ سلوک“

ہمیں تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ کسی بھی جنگ کے بعد فتح حاصل کرنے والی قوم کے ہاتھوں مفتوح قوم کو ذلیل کیا گیا۔ ان کے گھروں اور قلعوں کو مسمار کر دیا گیا۔ ان کے بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو بے دریغ قتل کیا جاتا رہا۔ ان کے اموال اور جائیدادوں کو بے دریغ لوٹا گیا۔ کہیں ہمیں انسانی کھوپڑیوں کے مینار دکھائی دیتے ہیں تو کہیں دلوں کو ہلا دینے والی ظلم و بربریت کی داستانیں سننے کو ملتی ہیں۔ لیکن اگر ہم اسلام کی تاریخ کو دیکھیں تو اس کے برعکس فتح مکہ کے موقع پر ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عظیم خُلق نظر آتا ہے جو مفتوح قوم کے ساتھ حسن سلوک، عفو، رحم اور احسان سے عبارت ہے۔ اس دن نہ کسی کو ہلاک کیا گیا اور نہ ہی کھوپڑیوں کے مینار بنائے گئے بلکہ اس کے بجائے رحم، عفو اور درگزر کے عظیم الشان مینار نظر آتے ہیں۔ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کے پیاسے دشمنوں کے ناقابل معافی جرائم سے درگزر کرتے ہوئے عام معافی کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا: اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کہ جاؤ! تم آزاد ہو آج تم پر کوئی گرفت نہیں۔

سامعین! ہمارے سامنے جنگ بدر کی ایک مثال موجود ہے۔ جنگ بدر میں کافروں کو ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور 70 قیدی پکڑے گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جو مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے اور مکہ سے دُور صرف اس مقصد کے لیے آئے تھے کہ مسلمانوں کی بیخ کنی کی جائے۔ اب مسلمانوں کے پاس موقع تھا کہ ان دشمنوں سے ان کی زیادتیوں کا گن گن کا بدلہ لیتے۔ لیکن نہ ان سے بدلہ لیا جاتا ہے اور نہ انہیں ظلم کا نشانہ بنایا جاتا ہے بلکہ اس کے برعکس دربار نبوی سے یہ حکم صادر ہوتا ہے کہ ان قیدیوں کے ساتھ نرمی اور شفقت کا سلوک کیا جائے اور ان کے آرام کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔ صحابہ رسول جو اپنے

آقا سے عشق کرتے تھے اور اُن کی طرف سے آنے والے ہر حکم اور نصیحت پر عمل کرنا اپنی سعادت سمجھتے تھے اس شان کے ساتھ اس حکم پر عمل کرتے ہیں کہ تاریخ میں ایسی مثال نہیں ملتی۔

ایک قیدی ابو عزیز بن عمیر کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی وجہ سے انصار مجھے تو پکی ہوئی روٹی دیتے تھے لیکن خود کھجور وغیرہ کھا کر گزارہ کر لیتے تھے اور کئی دفعہ ایسا ہوتا تھا کہ ان کے پاس اگر روٹی کا چھوٹا ٹکڑا بھی ہوتا تھا تو وہ مجھے دے دیتے تھے اور خود نہیں کھاتے تھے اور اگر میں کبھی شرم کی وجہ سے واپس کر دیتا تو وہ اصرار کے ساتھ پھر مجھ کو دے دیتے تھے۔

(سیرت ابن ہشام جزء1 صفحہ 394)

غزوۂ بدر کے اختتام کے بعد قیدیوں کو مدینہ لایا گیا اور رسیوں سے باندھ کر مسجد نبوی میں رکھا گیا، رات کو بعض قیدیوں کی کراہنے کی آواز سنائی دی، یہ آواز سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے چین ہو گئے اور بقیہ رات آنکھوں میں کاٹی، جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رسیوں کے بند ڈھیلے کرنے کا حکم دیا۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے چھ ہزار قیدیوں کو چھ ہزار کپڑے کے جوڑے عطا فرمائے۔

(طبقات ابن سعد جزء2 صفحہ 110)

غرضیکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے بعد بھی دشمنوں کے حقوق کا خیال رکھا کہ غیر بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

سامعین! جیسا کہ خاکسار نے ابتداء میں قرآن کریم کی سورۃ محمد کی آیت 5 کی تلاوت کی تھی تو جنگی قیدیوں کے بارے میں یہ ایک بنیادی آیت ہے جس میں قیدیوں کے ساتھ معاملہ کے تین طریق بیان کیے گئے ہیں۔

1۔ پہلا یہ کہ بطور احسان آزاد کر دیا جائے۔

2۔ دوسرا یہ کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔

3۔ تیسرا یہ کہ جب جنگ مکمل طور پر ختم ہو جائے تو آزاد کر دیا جائے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت میں مذکور تینوں صورتوں پر عمل کر کے ہمیں قیدیوں کے ساتھ معاملات نبھانے کا نمونہ بتایا۔ اوّل تو آپ ازراہ احسان ہی قیدیوں کو آزاد کر دیا کرتے تھے جیسا کہ سریہ نخلہ میں 2 قیدیوں، غزوہ بنو مصطلق میں 19، سریہ جموم میں 10، سریہ عیص میں 9، سریہ ضمی میں 100، غزوہ حنین میں 6000، سریہ عیینیہ میں 63، سریہ بنوطے میں حاتم طائی کی بیٹی سنانہ پر احسان کرتے ہوئے پورے قبیلے کو آزاد کر دیا۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں کل چھ ہزار سے زائد قیدیوں کو ازراہ احسان آزاد فرمایا۔

جہاں تک فدیہ لے کر آزاد کرنے کی صورت ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ یکمشت بھی لیا اور مکاتبت کے طور پر بھی اور فدیہ کی ایک صورت مسلمان قیدیوں کے ساتھ تبادلہ بھی تھا جیسا کہ ترمذی کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مسلمانوں کے بدلہ ایک مشرک کو رہا کیا اور تیسری صورت جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ قیدیوں سے ان کی قابلیت کے مطابق کوئی خدمت بطور فدیہ لے کر آزاد کر دینا جیسا کہ جنگ بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر رہا کر دیا گیا۔ فدیہ کی رقم چار ہزار سے ایک ہزار درہم تک تھی البتہ جو فدیہ کی رقم نہیں دے سکتے تھے ان کے لیے یہ شرط رکھی تھی کہ وہ مدینہ کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو رہا ہو جائیں گے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی اس بارے میں لکھا ہے کہ

”مدینہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے متعلق مشورہ کیا کہ ان کے متعلق کیا کرنا چاہیے۔ عرب میں بالعموم قیدیوں کو قتل کر دینے یا مستقل طور پر غلام بنالینے کا دستور تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت پر یہ بات سخت ناگوار گزرتی تھی۔ اور پھر ابھی تک اس بارہ میں کوئی الٰہی احکام بھی نازل نہیں ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ میری رائے میں تو ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ آخر یہ لوگ اپنے ہی بھائی بند ہیں اور کیا تعجب کہ کل کو انہی میں سے فدایانِ اسلام پیدا ہو جائیں مگر حضرت عمرؓ نے اس رائے کی مخالفت کی اور کہا کہ دین کے معاملہ میں رشتہ داری کا کوئی پاس نہیں ہونا چاہیے اور یہ لوگ اپنے افعال سے قتل کے مستحق ہو چکے ہیں۔ پس میری رائے میں ان سب کو قتل کر دینا چاہیے بلکہ حکم دیا جاوے کہ مسلمان خود اپنے ہاتھ سے اپنے اپنے رشتہ داروں کو قتل کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فطری رحم سے متاثر ہو کر حضرت ابو بکرؓ کی رائے کو پسند فرمایا اور قتل کے خلاف فیصلہ کیا اور حکم دیا کہ جو مشرکین اپنا فدیہ وغیرہ ادا

کر دیں انہیں چھوڑ دیا جاوے۔ چنانچہ بعد میں اسی کے مطابق الٰہی حکم نازل ہوا.... ہر شخص کے مناسب حال ایک ہزار درہم سے لے کر چار ہزار درہم تک اس کا فدیہ مقرر کر دیا گیا۔ اس طرح سارے قیدی رہا ہوتے گئے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 367-368)

ان قیدیوں میں ایک شخص سہیل بن عمرو بھی تھا جو قریش کے سرداروں میں سے تھا اور اس کی زبان بہت تیز اور کلام بہت پُر اثر تھا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تقاریر کیا کرتا تھا۔ اب وہ قید ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ اس کے اگلے دانت نکلوا دینے چاہئیں تا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف فتنہ انگیز تقاریر نہ کر سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تجویز کو ناپسند فرمایا اور اسے معاف کر دیا اور فرمایا: عمر تمہیں کیا معلوم کہ خدا آئندہ اسے ایسے مقام پر کھڑا کرے جو قابل تعریف ہو۔ چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر سہیل مسلمان ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اس نے متزلزل لوگوں کو بچانے کے لیے اسلام کی تائید میں نہایت پُر اثر خطبے دیے جس سے بہت سے ڈگمگاتے ہوئے لوگ بچ گئے۔

سامعین! ذرا غور فرمائیں۔ ایک ایسا معاشرہ جہاں جنگی قیدیوں کو قتل کر دینے یا مستقلاً قید کر لینے کا رواج ہو۔ جہاں قیدیوں کے ساتھ ظالمانہ سلوک ان کے دستور کا حصہ ہو اور مزید یہ کہ حضرت عمرؓ جیسے کبار صحابی ان قیدیوں کے قتل کے حامی بھی ہوں۔ ان ساری باتوں کے باوجود ہمیں رحمت عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عفو اس شان کے ساتھ ظہور میں آتا نظر آتا ہے کہ آپ ان قیدیوں کو نہ صرف فدیہ لے کر رہا کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں بلکہ ان کے ساتھ نرم اور پر شفقت سلوک کی نصیحت بھی فرماتے ہیں۔

اور جنگی قیدیوں کے ساتھ جو تیسرا معاملہ ہے کہ جنگ کے اختتام تک قید میں رکھا جائے تو فتح مکہ فتح مکہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد حرام میں داخل ہوئے، حجر اسود کو چوما اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ اس وقت آپؐ اونٹنی پر سوار تھے اور آپؐ کے ہاتھ میں ایک کمان تھی اس سے بیت اللہ کے گرد اور اس کی چھت پر موجود تین سو ساٹھ بتوں کو توڑ دیا ساتھ فرماتے جاتے کہ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ۔ پھر آپؐ نے کعبہ کی کنجی منگوائی اور اسے شرکیہ تصاویر سے پاک کیا اور وہاں نفل نماز ادا کی۔ اس سے فارغ ہو کر کعبہ کی چابی عثمان بن طلحہ اور اس کے خاندان کے ہی سپرد کر دی۔ جب باب کعبہ کے پاس تشریف لائے تو آپؐ کے تمام جانی دشمن آپؐ کے سامنے تھے۔ آپؐ نے اس جگہ عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا جو اسلامی تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے۔ اس خطبہ میں خونی دشمنوں کے لیے معافی اور مساوات انسانی کا اعلان تھا، کسی غرور کی بجائے فخر و مباہات کے خاتمہ کا اعلان تھا۔ یہ معرکہ آرا خطبہ بھی دراصل آپؐ کے اخلاق فاضلہ کا کمال اظہار تھا۔ اس خطاب کے بعد آپؐ نے فرمایا: "اے مکّہ والو! اب تم خود ہی بتاؤ۔ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟" اور پھر خود ہی نہایت عفو و کرم کا سلوک فرماتے ہوئے فرمایا "اِذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ" کہ جاؤ تم سب آزاد ہو صرف میں خود تمہیں معاف نہیں کرتا ہوں بلکہ اپنے رب سے بھی تمہارے لیے عفو کا طلب گار ہوں۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام جلد 4 صفحہ 94)

ساتھ ہی یہ احکام جاری فرمائے کہ جو شخص ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے، جو خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے اسے قتل نہ کیا جائے، جو شخص ابوسفیان یا حکیم بن حزام کے گھر میں پناہ لے لے اسے بھی قتل نہ کیا جائے، معذور کا تعاقب نہ کیا جائے، بوڑھوں، بچوں، عورتوں اور زخمیوں کو قتل نہ کیا جائے۔

(مسلم کتاب الجھاد والسیر باب فتح مکہ)

سامعین! عرب میں اپنے دشمنوں کی لاشوں کے ساتھ بہت بہیمانہ سلوک کیا جاتا تھا۔ اس کی باقاعدہ نذریں مانی جاتی تھیں۔ عہد نبویؐ میں اس تشدد پسندی کی مثال جنگ احد میں کفار مکہ کا مسلمان شہدا کے ناک کان کاٹ دینا اور ہندہ زوجہ ابوسفیان کا جنگ احد میں حضرت حمزہؓ کا کلیجہ سینے سے نکلوا کر چبانا ہے۔ یہ دردناک نظارہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کفّار نے خود اپنے عمل سے اپنے لیے اُس بدلے کو جائز بنا دیا ہے جس کو ہم ناجائز سمجھتے تھے۔ مگر خدا تعالیٰ کی طرف سے اُس وقت آپ کو وحی ہوئی کہ کفّار جو کچھ کرتے ہیں اُن کو کرنے دو تم رحم اور انصاف کا دامن ہمیشہ تھامے رکھو۔

(سیرت ابن ہشام جزء 3 صفحہ 196)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبعین کو ایسی اخلاق سوز اور وحشیانہ کارروائیوں سے منع فرمایا۔ حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں صدقہ پر ابھارتے تھے اور مثلہ (یعنی ناک، کان و دیگر اعضا کاٹنے) سے روکتے تھے۔ (ابوداؤد کتاب الجھاد بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْمُثْلَةِ)

سامعین کرام! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں اور غلاموں تک کو یہ اجازت دی تھی کہ جو مذہب چاہو اختیار کرو۔ لیکن اسلام کی تبلیغ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اسلام کی تعلیم کے بارے میں بتاؤ کیونکہ لوگوں کو پتہ نہیں ہے۔ یہ خواہش اس لئے ہے کہ یہ تمہیں اللہ کا قرب عطا کرے گی اور تمہاری ہمدردی کی خاطر ہی ہم تم سے یہ کہتے ہیں۔

چنانچہ ایک قیدی کا واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے۔ سعید بن ابی سعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف مہم بھیجی تو بنو حنیفہ کے ایک شخص کو قیدی بنا کر لائے جس کا نام ثُمامہ بن اُثال تھا۔ صحابہ نے اسے مسجد نبویؐ کے ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اے ثمامہ! تیرے پاس کیا عذر ہے یا تیرا کیا خیال ہے کہ تجھ سے کیا معاملہ ہو گا؟۔ اس نے کہا میرا ظن اچھا ہے۔ اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو آپؐ ایک خون بہانے والے شخص کو قتل کریں گے اور اگر آپ انعام کریں تو آپ ایک ایسے شخص پر انعام کریں گے جو کہ احسان کی قدردانی کرنے والا ہے۔ اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو جتنا چاہے لے لیں۔ اس کے لئے اتنا مال اس کی قوم کی طرف سے دیا جاسکتا تھا۔ یہاں تک کہ اگلا دن چڑھ آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر تشریف لائے اور ثمامہ سے پوچھا۔ کیا ارادہ ہے؟۔ چنانچہ ثمامہ نے عرض کی کہ میں تو کل ہی آپؐ سے عرض کر چکا تھا کہ اگر آپؐ انعام کریں تو آپ ایک ایسے شخص پر انعام کریں گے جو کہ احسان کی قدردانی کرنے والا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو وہیں چھوڑا۔ پھر تیسرا دن چڑھا پھر آپ اس کے پاس گئے آپؐ نے فرمایا اے ثمامہ! تیرا کیا ارادہ ہے؟ اس نے عرض کی جو کچھ میں نے کہنا تھا وہ کہہ چکا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے آزاد کر دو۔ تو ثمامہ کو آزاد کر دیا گیا۔ اس پر وہ مسجد کے قریب کھجوروں کے باغ میں گیا اور غسل کیا اور مسجد میں داخل ہو کر کلمہ شہادت پڑھا۔ اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! بخدا مجھے دنیا میں سب سے زیادہ ناپسند آپ کا چہرہ ہوا کرتا تھا اور اب یہ حالت ہے کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب آپ کا چہرہ ہے۔ بخدا! مجھے دنیا میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ آپ کا دین ہوا کرتا تھا۔ لیکن اب یہ حالت ہے کہ میرا محبوب ترین دین آپ کا لایا ہوا دین ہے۔ بخدا! میں سب سے زیادہ ناپسند آپؐ کے شہر کو کرتا تھا۔ اب یہی شہر میرا محبوب ترین شہر ہے۔

(بخاری کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفہ۔ وحدیث ثمامہ بن اُثال)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”دیکھیں! انسانی ہمدردی کی انتہا۔ آپ ہدایت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دشمن کے منہ پر زخم نہیں لگانا۔ کوشش کرنی ہے کہ دشمن کو کم از کم نقصان پہنچے۔ قیدیوں کے آرام کا خیال رکھنا ہے۔ غالباً جنگ بدر کے ایک قیدی نے بیان کیا کہ جس گھر میں وہ قید تھا اس گھر والے خود کھجور پر گزارا کرتے تھے اور مجھے روٹی دیا کرتے تھے اور اگر کسی بچے کے ہاتھ میں بھی روٹی آجاتی تھی تو مجھے پیش کر دیتے تھے۔ اس نے ذکر کیا کہ مَیں بعض دفعہ شرمندہ ہوتا تھا اور واپس کرتا تھا لیکن تب بھی (کیونکہ یہ حکم تھا، اسلام کی تعلیم تھی) وہ باصرار روٹی مجھے واپس کر دیا کرتے تھے کہ نہیں تم کھاؤ۔ تو بچوں تک کا یہ حال تھا۔ یہ تھی وہ سلامتی کی تعلیم، امن کی تعلیم، ایک دوسرے سے پیار کی تعلیم، دوسروں کے حقوق کی تعلیم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت میں قائم کی اور بچہ بچہ جانتا تھا کہ اسلام امن و سلامتی کے علاوہ کچھ نہیں۔ پھر کسی بھی قوم سے اچھے تعلقات کے لئے اس کے سفیروں سے حسن سلوک انتہائی ضروری ہے۔ آپؐ کا حکم تھا کہ غیر ملکی سفیروں سے خاص سلوک کرنا ہے۔ ان کا ادب اور احترام کرنا ہے اگر غلطی بھی ہو جائے تو صرف نظر کرنی ہے، چشم پوشی کرنی ہے۔ پھر اس امن قائم کرنے کے لئے فرمایا کہ اگر جنگی قیدیوں کے ساتھ کوئی مسلمان زیادتی کا مرتکب ہو تو اس قیدی کو بلا معاوضہ آزاد کر دو۔ تو یہ احکام ہیں جن سے پتہ لگتا ہے کہ اسلام کی جنگیں برائے جنگ نہ تھیں بلکہ اسلام کے لئے، اللہ تعالیٰ کے لئے تھیں۔ آزادی ضمیر و مذہب کے قیام کے لئے تھیں اور دنیا کو امن و سلامتی دینے کے لئے تھیں۔ پھر قیدیوں سے حسن سلوک کے بارے میں قرآنی تعلیم ہے کہ اگر کسی قیدی کو یا غلام کو فدیہ دے کر چھڑانے والا کوئی نہ ہو اور وہ خود بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو فرمایا وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ (النور: 34) یعنی تمہارے غلاموں یا جنگی قیدیوں میں سے جو تمہیں معاوضہ دینے کا تحریری معاہدہ کرنا چاہیں تو اگر تم ان میں صلاحیت پاؤ کہ ان میں یہ صلاحیت ہے، ان کو کوئی ہنر آتا ہے کہ وہ اس معاہدے کے تحت کوئی کام کر کے اپنی روزی کما سکتے ہیں تو تحریری معاہدہ کر لو اور ان کو آزاد کر دو اور وہ مال جو اللہ نے تمہیں دیا ہے اس سے بھی کچھ انہیں دو۔ یہ جو جنگوں کا خرچ ہے کیونکہ اس وقت انفرادی طور پر پورا کیا جاتا تھا تو جس مالک کے پاس وہ غلام ہے وہ اس کا کچھ خرچ برداشت کرے یا وہ نہیں کرتا تو مسلمان اکٹھے ہو کر اس کے لئے سامان کر دیں اس طرح اس کو آزادی مل جائے یا لکھ کر آزادی مل جائے یا اگر اس کا کوئی فائدہ ہو سکتا ہے

توجو تھوڑی بہت کمی رہ گئی اپنے پاس سے پوری کر دو تا کہ وہ آزادی سے روزی کما سکے اور اس طرح معاشرے کا آزاد شہری بنتے ہوئے ملکی ترقی میں بھی شامل ہو سکے کیونکہ اس کا ہنر اس کو فائدہ پہنچانے کے ساتھ ملک کے بھی کام آ رہا ہو گا۔

تو یہ ہے اسلام کی خوبصورت تعلیم جو ہر پہلو سے ہر طبقے پر سلامتی بکھیرنے والی ہے۔ ہر ایک کو آزادی دلوانے والی ہے۔"

(خطبہ جمعہ 29؍جون 2007ء)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞